پروفیسر خالد شبیر احمد

غزل

اٹھتی ہے فغاں ایک ہی اب زخمی دلوں سے
جو زخم ملا ہم کو ملا لالہ رخوں سے

مانگے ہوئے یہ بال یہ پر کام نہ دیں گے
پرواز تو ہوتی ہے فقط اپنے پروں سے

اک کیف ہے، اک جذب ہے، آشفتہ سری بھی
بس دل کو سکوں ملتا ہے آشفتہ سروں سے

ہر سمت یہاں خون فشاں حرص کے بادل
کیا سوچ کے نکلے تھے بھلا اپنے گھروں سے

جب اپنے خدوخال ہی بگڑے سے ہوئے ہیں
پھر شکوہ کوئی کیسے کرے شیشہ گروں سے

بلبل سے گل و برگ کا رشتہ ہے قدیمی
کچھ ایسا ہی رشتہ ہے میرا' میرے غموں سے

مدت سے ہے گردش میں میرا چاکِ مقدر
کچھ بھی تو نہ بن پایا میرے کوزہ گروں سے

ہے رنگِ گل لالہ گراں صحنِ چمن پر
اب بوجھ نہیں اٹھتا رگِ گل کا گلوں سے

بگڑی ہی چلی جاتی ہے خالدؔ کی طبیعت
ڈھارس کے سوا کچھ نہ ملا چارہ گروں سے

پروفیسر اکرام تائبؔ

رنگِ سخن

کچھ بھی رکھا نہیں نقابوں میں
حسن مستور ہے کتابوں میں

دل کا کہنا نہ ماننا ہرگز
ڈوب جاؤ گے تم چنابوں میں

زیرِ جامہ بھی تن برہنہ ہے
بے حجابی ہے یوں حجابوں میں

حشر کے روز بچ نہ پائیں گے
زہر بھرتے ہیں جو نصابوں میں

کرگسی صحبتوں کے باعث اب
بات پہلی نہیں عقابوں میں

جائے مرقد بھی ہے بہت ہم کو
بانٹ دو تم زمیں نوابوں میں

بات اُن سے کبھی نہ ہو پائی
وہ جو ملتے ہیں روز خوابوں میں

رنگ کتنے ہیں خوشنما لیکن
کوئی خوشبو نہیں گلابوں میں

کوشش رائیگاں ہے یہ تائبؔ
عمر چھپتی نہیں خضابوں میں